ایسے ہی یہ نور ہے سرمد کا
عکس ہے یہ رخِ محمد کا

چودھویں کا ہی چاند یہ البدر
فیض ہے یہ غلام احمد کا

چہ گویم با تو گر آئی بدار قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

اے جہان منتظر خوش باش کا در دستان
آن مسیح و ور آخر مہ سکا آخر زمان

نمبر ۲۵ | ہر ایک انگریزی ماہ کی ۱-۸-۱۶-۲۴ کو دار الامان قادیان سے شایع ہوتا ہے | جلد ۳

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعۃ کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و مقتدا | اندرین دین آمده از مادریم | هم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست | آن رسولی کش محمد هست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او با شیر شد اندر بدن | جان شد و با جان بدر خواهد شدن | هست او خیر الرسل خیر الانام | هر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم هر آبی که هست | زو شده سیراب سیرابی که هست | آنچه ما را وحی و ایمائی بود | آن نه از خود از همان جائی بود
ما از و یابیم هر نور و کمال | وصل دلدار ازل بی او محال | اقتدای قول او در جان ماست | هر چه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبرهای معاد | هر چه گفت آن مرسل رب العباد | آنهمه از حضرت احدیت است | منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اند و راست | منکر آن مورد لعن خداست | معجزات انبیاء و سابقین | آنچه در قرآن بیانش بالیقین
بر همه از جان و دل ایمان ماست | هر که انکاری کند از اشقیاست | یکقدم دوری ازان روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

وہ الفاظ جنہیں حضرت اقدس بیعت کرتے ہیں ہاتھ میں ہاتھ لیکر آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب اقرار کرتا جاتا ہے

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ۔ آج میں احمد کے ہاتھ پر ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جنمیں میں گرفتار تہا۔ اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا رہونگا اور **دین کو دنیا پر مقدم** رکھونگا۔ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ (۳ بار) رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں

(پھر اس کے بعد آپ معہ حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور اس کے متعلقین کیلئے دعا کرتے ہیں۔)

دس شرائط بیعت

اوّل بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آیندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جاوے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹھ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائیگا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کیساتھ وفاداری کریگا۔ اور بہر حالت راضی بقضاء رہیگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں طیار رہیگا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا۔

ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آ جائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا اور قال اللّٰہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا۔

نوٹ - بیعت کا اشتہار حضرت امام الزمان نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو دیا تھا۔ نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء کا سالانہ جلسہ ہے جبکہ البدر اپنے چھٹے ... سال کی یادگار میں جو اسکی ...

مطبع انوار الاسلام قادیان میں باہتمام منشی محمد افضل و معراج دین چھپ کر شائع ہوا

مرزا حیرت کے حیرت انگیز مضامین کی حقیقت

نمبر ۷

قولہ جن دل آزار اور فحش الفاظ سے مرزا صاحب کے مرید اور خود مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو یاد کرتے ہیں وہ خود اُن کے حق میں زہر ہلاہل ہیں یہ طریقہ استدلال کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہے جتنی گالیاں کہ ایک شخص دے سکتا ہے مرزا صاحب کیطرف سے مخالفوں کو دی گئی ہیں اسی طرح اور اسی وزن کی گالیاں مرزا صاحب نے کھائیں کبھی پہل انکی طرف سے ہوئی اور کبھی ان کے مخالفوں کی طرف سے ایک غیر طرفدار شخص ان گندے مباحثات کو دیکھنے کے بعد کبھی طرفین کی بابت اچھے الفاظ ظاہر نہیں کرے گا یہ شرفا کا مسلک نہیں ہوتا کہ ذرا ذرا سی بات میں گالی پر اتر آئے پھر بازاری اور شریفوں میں کیا فرق ہو سکتا ہے گالی گلوچ کا ناپاک دفتر الٹ دیجیئے تکذیب براہین احمدیہ جیسی کتاب انھیں کے طفیل لکھی گئی - ہمنے ابتک مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بُرے الفاظ سے یاد نہیں کیا -

اقول اس مذکورہ بالا تحریر میں حیرت صاحب نے کئی جھوٹھ بولے ہیں - پہلا جھوٹھ تو یہ ہے کہ ہمنے اب تک مرزا صاحب اور اُن کے مریدوں کو بُرے الفاظ سے یاد نہیں کیا ہے اس جھوٹھ کا کسی قدر پتہ تو ناظرین کو نمبر ۴ - ۵ سے لگ چکا ہو گا جسمیں حیرت صاحب کے اس اشتہار کی نقل جو ۱۸۹۱ء میں اُنھوں نے شائع کیا تھا نیز جو دھویں صدی اخبار کی نقل شائع ہو چکی ہے ان کے علاوہ ان موجودہ مضامین میں بھی حیرت صاحب نے مفصلہ ذیل الفاظ مرزا صاحب کی بابت استعمال کیے ہیں - دریدہ دہنی - نامرد ماتھی - آپ بکا یک اُبل پڑے ہیں جیسے چھوٹا ظرف زیادہ پانی سے چھلک جاتا ہے - کور دہ کے رہنے والے - اپنی حیثیت سے آگے قدم نہ بڑھاؤ - اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے (افسوس لنگوٹ بندوں کا محاورہ استعمال کرنے کے شوق میں اپنی جبروت کو بھی بھلا دیا) مرزا صاحب کی شرمناک باتیں ان کی وقعت میں فرق آگیا ہے - بھلے آدمی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور ہنستے ہیں ہر ایک برائی اور شرارت کی ایک حد ہوتی ہے مگر آپ کی بے پروائی اور بے اعتدالیوں کی کوئی حد نہ رہی - ذلیل آدمی - کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا - کس برتے پر تتا پانی - تم سے زیادہ ظالم نفس کون ہو سکتا ہے - اپنے حواس خمسہ کی اصلاح کرو یعنی بھکاریستانہ وار بڑ - تم سے زیادہ خونی آجتک دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا تم سکندر سرس اور ہلاکو سے بھی بڑھ گئے - اے ظالم انسان تو کیوں لاکھوں مخلوق خدا کی چٹنی کیے جاتا ہے وغیرہ وغیرہ -

کیا یہ مذکورہ بالا فقرات اردو کے علم ادب میں تعظیمی ہیں اور لفظ واہی تباہی جسپر ہمنے اعتراض کیا ہے ان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت رکھتا ہے -

دوسرا جھوٹھ حیرت صاحب نے لوگوں کے بُرا بھلا کہنے میں ابتدا کی اور تکذیب براہین انکے طفیل لکھی گئی یہ بالکل سفید جھوٹھ ہے کہ کبھی مرزا صاحب نے بُرا بھلا کہنے میں ابتدا کی ہو براہین کی تکذیب تو براہین کے شائع ہونے کے بعد بیشک لکھی گئی لیکن براہین سے پہلے جو کتب شائع ہوئی ہیں اور جنکا جواب براہین میں دیا گیا ہے افسوس حیرت صاحب نے عمداً اُن کا خیال نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاسدانہ خیالات جنمیں حیرت صاحب مبتلا ہیں ایسے امور کیطرف انھیں پہونچنے نہیں دیتے وہ کتب جنکی عبارات کو براہین میں مد نظر رکھا گیا ہے بکثرت ہیں منجملہ ان کے چھ مفصلہ ذیل ہیں -

(۱) دافع البہتان مصنفہ پادری انگلین صاحب مطبوعہ ۱۸۴۵ء

(۲) - رسالہ مسیح الدجال ۱۸۷۳ء

(۳) سیرت المسیح والمحمد ۱۸۸۲ء

(۴) تفتیش الاسلام ۱۸۶۸ء

(۵) پاداش اسلام ۱۸۷۶ء

(۶) ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء

ان مذکورہ بالا کتب میں جو دل آزار الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اُن سے زیادہ آئندہ لکھے ہی نہیں جا سکتے لیکن اسوقت یہ نظر آ سکتے ہیں جب حیرت صاحب تھوڑے سے انصاف سے کام لیں +

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حیرت صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ شرفا کا مسلک نہیں ہوتا ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں گالی پر اتر آئے آیا حیرت صاحب نے کس قسم کا شریفانہ مسلک اختیار کر رکھا ہے اسکے لیئے میں مفصلہ ذیل فہرست پیش کرکے حیرت صاحب سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپکا شریفانہ مسلک اسی قسم کا ہوتا ہے جیسا اس فہرست سے ظاہر ہے

نقل کفر کفر نباشد

سر سید - حالی اور انکے ہمخیالوں کی بابت مرزا حیرت صاحب کی گالی گلوچ -

چاروں طرف کی پھٹکار اور عالم کی تف تف سے انھیں عذر نہیں مکر و مکیدہ کا جال بچھایا ہوا ہے اس ہی تمام جہاں کی بلائیں خدا مانگتی ہیں تمام دنیا کے عیب پناہ ڈھونڈتے ہیں وہ پیر پُر فن حیلہ ساز ہے سراسر جہل مرکب ہے بھانڈوں اور ہیجڑوں کو بھینٹوں میں علیحدہ بٹھانے والا ہے پھکڑ بازی میں کسبیوں کے کان کترنے شوخیاں کرنے والا -

(مسدس صفحہ ۲ و ۳) دروغ اور فریبوں کا عامل پیر نیچر کا گرگا صفحہ ۹ شقاوت میں نار دکا فخر ضلالت میں فرعون سے بڑھ کر انکا ٹھکانہ دوزخ ہے ذلت میں گرفتار ہیں -

صفحہ ۲۳ - ان پر تف ہے - صفحہ ۲۴ رمار فرقہ خفاش ہے ۲۵ جہل مرکب ہے نہ ہمیں کوئی خوبی ہے نہ کوئی ان میں عاقل ہے ۲۸ - انکی گردنوں میں جہالت کے طوق ہیں ۲۹ - ابلیس بھی ہر صفت میں برتر ہے اسکے مقتدی نہیں ہیں بلکہ رہبر ہیں اور اکفر ہیں صفحہ ۳۳ انھوں نے کسبیوں کا پیسہ بھی نہیں چھوڑا ہے طبیعی کے فرقہ پر مرتے ہیں ۳۴ + حالی انکا شاگرد ہے جسکا دفتر سنڈاس سے بدتر ہے ۴۰ + اسپر شعر کہنے پر لعنت ہے ۴۱ + ریا کے بندے شرم و حیا کے دشمن ہیں جہالت انکی پوشاک ہے ۴۴ + اسکا پیشوا شیطان ہے جہنم اسکا ٹھکانہ ہے ۶۳ + سید کے چھوٹے سے چھوٹے شاگرد بھی ابلیس ہیں اور اس سے چھوٹا ہونا ناممکن ہے - ۶۵ اس ملعون قوم کا بانی جاہل ہے اور رجالی ہے صفحہ ۱۹ مسدس حصہ دوم - وہ جو کچھ کرتے ہیں شیطان بھی اس سے شرماتا ہے صفحہ ۵۲ - بڑے لالچی اور ہیڈ ضبیث ہیں شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا ہے ۵۵ + فرقہ کا فرقہ گمراہ ہے جیکا سر شیطان کا دادا ہے ۵۶ + انہیں نہ لیاقت ہے نہ ادب ہے صرف دنیا کمانے کا ڈھب ہے پھٹکار کی گھٹا ان پہ چھا رہی ہے دنیوی لعنت برس رہی ہے کفر میں کافرونکے برابر ہیں ۵۰ + در در بھکاریوں کی طرح پھرتے ہیں یہ حماقت کے پتھر سے سر پھوڑتے ہیں ان پر خدا کی پھٹکار ہے دنیا میں نحوست کلفت اور نکبت انھیں سے ہے ۷۱ + سید پہ لعنت ۱۲۸ + اس مسدس کے علاوہ سوانح سید میں بھی جا بجا مفصلہ ذیل الفاظ استعمال کیئے ہیں حالی کی اینٹ البحر اسکی ہرزہ درائی وہ جلے پھپھولے پھوڑتا ہے سیرۃ الرسول میں لکھا ہے سید نا پاک آزاد کا بیج بونے والا وغیرہ وغیرہ - اسکے بعد وہ کرزن گزٹ میں جو سلسلہ سرسید کی مذمت کا قائم کیا تھا اسمیں بھی ایسے ہی الفاظ

ملفوظات احمدیہ

۱۳ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ء بوقت ۸ بجے بمقام کچہری گورداسپور درخت جامن کے نیچے بیٹھے ہوئے حکیم نور محمد صاحب نے ذکر کیا کہ ۔۔۔ ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ آپ لوگ احمدی جماعت جو کہتے ہیں کہ طاعون سے ہم بچے رہیں گے اسکی وجہ کیا ہے ۔ حکیم صاحب نے [illegible] کے جواب میں جو کچھ اس سے تقریر کی [illegible] اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ۔ ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا او معذبوھا عذابا شدیدا ۔ یعنے طاعون کا عذاب دو طرح پر ہوگا کوئی بستی اس سے خالی نہیں رہے گی ۔ بعض تو ایسی ہونگی کہ جنکو ہم بالکل ہلاک کر دینگے یعنے وہ اجڑ کر بالکل غیر آباد ہو جائینگی اور ویرانہ اور کھنڈر (اجڑے ہوئے کھنڈرات) ہو جائینگی ۔ انکا کوئی نشان بھی نہ رہے گا ۔ لوگ تلاش کرتے پھرینگے کہ اسجگہ فلاں بستی آباد تھی ۔ لیکن پتہ نہ ملے گا ۔ گویا طاعون وہاں جاروب دیکر اسکو دنیا سے صاف کر دیگی اور کوئی آثار اسکے نہ چھوڑیگی ۔ بعض قریے ایسے ہونگے کہ انکو کم وبیش عذاب کرکے چھوڑ دیا جائے گا ۔ اور صفحہ دنیا سے انکا نام نہ مٹایا جائے گا ۔ صرف سرزنش کے طور پر کچھ عذاب [illegible] نازل کیا جائے گا اور تازیانہ کرکے عذاب ہٹا لیا جائیگا دوسرے بہت سے شہر فنا ہونگے مگر وہ فنا نہ ہونگے ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے قادیان کو اسی قسم میں شامل کیا ہے اور اس الہام انہ اوی القریۃ سے مراد یہی ہے کہ اور بستیوں کی طرح ہمارے گاؤں کو طاعون جارف بالکل تباہ نہ کریگی کہ لوگ تلاش کرتے پھریں کہ کہاں قادیان واقعہ تھی اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان بستیوں کی طرح خدا اسکو تباہ نہ کریگا بلکہ یہ بچی رہے گی الا بطور تازیانہ کچھ سزا دے کر اسکو بچا لیا جائیگا ہم نے بار بار مجلسوں میں بیان کیا ہے اور لکھا ہے ۔ کہ (انہ اوی القریۃ) سے یہ مراد ہے کہ خدا نے اس قریہ کو پناہ دیدی ہے کہ وہ طاعون جارف سے بچی رہے اور بالکل فنا نہ ہو

خدا نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ باوجود گنہگار رہنے کے اللہ تعالےٰ بغیر عذاب کے چھوڑ دیگا ۔ ایک طرف تو قرآن میں یہ لکھا ہے کہ طاعون سے کوئی بستی خالی نہیں رہیگی ۔ اور طاعون کی وجہ صرف یہی ہے جو ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم کے الہام سے ظاہر ہے یعنے جب لوگوں نے اپنے افعال اور اعمال سے غضب الٰہی کے جوش کو بھڑکایا اور بدعملیوں سے اپنی حالتوں کو ایسا بدل لیا کہ خوف خدا اور تقویٰ وطہارت کی ہر ایک راہ کو چھوڑ دیا اور بجائے اسکے طرح طرح کے فسق وفجور کو اختیار کر لیا اور خدا پر ایمان سے بالکل ہاتھ دھو دیا دہریت اندھیری رات کیطرح دنیا پر محیط ہو گئی اور اللہ تعالےٰ کے نورانی چہرہ کو ظلمت کے نیچے دبا دیا تو خدا نے اس عذاب کو نازل کیا تا لوگ خدا کے چہرے کو دیکھ لیں اور اسکی طرف رجوع کریں بعض بستیاں مہلکوھا میں داخل ہوکر بالکل فنا ہو جائینگی ۔ اور بعض معذبوھا میں داخل ہونگی لیکن خالی کوئی نہ رہیگی ۔ یہ قادیان مہلکوھا میں داخل نہ ہوگی یہی مراد الہام انہ اوی القریۃ سے ہے گناہوں کی سرزنش کرنیکے لئے خدا نے یہاں بھی طاعون نازل فرمائی ۔ خدا تو فرماتا ہے کہ لولا الاکرام لہلک المقام یعنے قادیان مہلکوھا میں داخل کر دیا جاتا لیکن صرف تمہاری تکریم اور تعظیم سے اسکو مہلکوھا میں داخل نہیں کیا گیا جو بچے ہیں اور جو بچیں گے وہ تمہارے اکرام کیوجہ سے بچیں گے یہ تو قرآن کے بالکل مخالف ہے کہ قادیان عذاب طاعون سے بالکل محفوظ رہے ۔ ایک طرف تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم ۔ دوسری طرف [illegible] اوی القریۃ کے اگر یہ معنے ہوں کہ قادیان بالکل بچی رہیگی تو ان دونوں کے درمیان تناقض واقعہ ہوتا ہے ۔ دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ہم نے کبھی انہ اوی القریۃ کے یہ معنے نہیں سمجھے ۔ واہ طاعون تو دنیا کی ہر ایک بستی میں آئیگی یہ بھی عجیب بات ہے کہ جہاں کسی نے دعوےٰ کیا کہ فلاں مقام میں طاعون نہیں تو اسی جگہہ وہ ظاہر ہو جاتی ہے ۔ [illegible] والوں نے بڑے زور سے لکھا تھا کہ [illegible] سے وہاں طاعون نہیں آتی اور نہ آئیگی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہاں کے لوگ بہت [illegible] رکھتے ہیں دوسرے مچھر ونکا وہاں نہ ہونا ہے مگر اب لوٹ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی طاعون آگئی لاہور کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اسکی سرزمین میں ایسے اجزا ہیں کہ اسمیں طاعونی کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے ۔ لیکن وہاں بھی طاعون نے آن ڈیرا ڈالا ہے ابھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن سالہا سال کے بعد لوگ دیکھیں گے کہ کیا ہوگا ۔ کئی لوگ ۲ بالکل تباہ ہو جائینگے ۔ دنیا سے انکا نام ونشان مٹ جائے گا اور انکے آثار تک باقی نہ رہیں گے لیکن یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی ۔

یہ ایک لمبی بیماری ہے عمروں تک چلی جاتی ہے بڑے بڑے قطعے اسی نے برباد کرکے جنگل کر دیئے ۔ شہروں کے شہر ویرانے بنا دیئے ۔ سینکڑوں کوس ایسے غیر آباد کیئے کہ جانور بھی زندہ نہ رہے ۔ اسکے آگے تو بڑے بڑے شہر بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے ۔ بڑے سے بڑے آباد شہر کو بھی اگر چاہے تو دو تین دن میں ہلاک کر سکتی ہے ۔

تقریر حضرت اقدس ۔ واقعہ

۱۳ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

بوقت شام بمقام گورداسپور بحاضری مولوی الٰہی بخش صاحب وغیرہ آمدہ از بنارس

جب اللہ تعالےٰ کیطرف سے کوئی مامور آتا ہے تو لوگ عموماً اسکی طرف سے بے پرواہی کرتے ہیں اور اکابر اور علماء تو خصوصیت سے اسکی طرف توجہ کرنا عیب سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ غنی ہے اور مرسل اور مامور چونکہ ایک خدمت پر اللہ تعالےٰ کے حکم سے مقرر ہوتے ہیں وہ بھی بے پرواہ ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو دنیا کا محتاج نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ذات الٰہی کا مظہر ہوتے ہیں ایسے ہی اسی ذات [illegible] کا حصہ بھی لیتے ہیں ہر ایک شخص جو ......

مامور ہوکر دنیا میں خدا کیطرف سے آتا ہے اسکو ایک خاص قسم کی ہمت اور حوصلہ عطا کیا جاتا ہے اور عزم میں ایک ایسا جزم اور استقلال عطا کیا جاتا ہے ۔ یہ لوگ بڑا حوصلہ رکھتے ہیں ۔ ہم اپنی طرف سے کسی پر اثر نہیں ڈال سکتے انسان تو ایک انسان پر اثر نہیں ڈال سکتا یہ محض اللہ تعالےٰ کی مہربانی ہے کہ ہزارہا بلکہ لاکھوں آدمیوں کو کھینچے لئے آتا ہے یہاں کسی بناوٹ کی کوئی ضرورت نہیں ۔ جو بیس برس سے زیادہ ہوئے ہیں کہ خدا نے مجھے الہام کیا تھا کہ ینصرک رجال نوحی الیہم ۔ یاتیک من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق ۔ لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس ۔ یعنے ہم لوگوں کے دلوں میں وحی کرینگے اور وہ تیری مدد کریں گے بڑے بڑے دور دراز راہوں سے تیرے پاس لوگ آئینگے تم خلق کے ہجوم سے جو تیرے گرد جمع ہوگی تنگ مت آنا اور لوگوں سے تھکنا مت یہ ایسے وقت کی باتیں ہیں جب میں بالکل گمنام تھا اور کوئی آدمی میرے ساتھ نہ تھا ۔ میرے گاؤں سے باہر

…ستا نہ تہا - اور کوئی انسان اسباب پر یقین … حالت ایسی کشش لوگوں کو ہوگی کہ وہ قادیان جیسی گمنام بستی میں دور دراز سے کھینچے ہوئے چلے آئیں گے سو ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدا کے کلمات کس طرح صفائی سے پورے ہو رہے ہیں - ایسے ایسے علاقوں سے لوگ آتے ہیں جہاں ہمارے وہم و گمان میں بھی ہماری تبلیغ کا نام و نشان نہیں ہوتا - اور اس عقیدت اور اخلاص سے آتے ہیں کہ ہم کو انکے اخلاص و عقیدت پر رشک آتا ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ نے مجھے فرمایا ہوا ہے کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح - وانتہیٰ امر الزمان الینا - الیس ہٰذا بالحق یعنے عنقریب ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تجھو اللہ تعالےٰ نصرت اور فتح دیگا اور ہماری طرف زمانہ کا امر انتہا پا دے گا تو اسوقت کہا جائیگا کیا یہ سچ نہیں یعنے اس سلسلہ کی صداقت پر زمانہ گواہی دے اٹھیگا - ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگ تیری ترقی کے روکنے کی کوشش کرینگے لیکن ہم تیری مدد کریں گے اور دشمن تیری راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں گے مگر ہم انکو دور کریں گے اور وہ تیرے نابود کرنیکے منصوبے کرینگے سو ہم دیکھتے ہیں کہ چوبیس برس کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں - ہر ایک شخص جو ہمارے پاس آتا ہے وہ اس پیشگوئی کو پورا کرتا ہے -

ہمارا تو سارا دار و مدار ہی دعا پر ہے - دعا ہی ایک ہتیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پا سکتا ہے - اللہ تعالےٰ نے مومن کو دعا کرنیکی تاکید فرمائی ہے - بلکہ وہ دعا کا منتظر رہتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہماری دعاؤں کو خاص فضل سے قبول فرماتا ہے - دعا سے انسان ہر ایک بلا اور مرض سے بچ جاتا ہے یعنے ایک دفعہ ایک اخبار پڑھا تھا کہ ایک تھانہ دار کے ناخن میں پنسل کا ایک ٹکڑا کسی طرح سے چبھ گیا پنسل میں کچھ زہر بھی ہوتا ہے تھوڑی دیر میں اس انگوٹھے کے ہاتھ میں ورم ہونا شروع ہوگیا - بڑھتے بڑھتے ورم اسقدر بڑھ گیا کہ کہنی تک جا پہونچا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سہ چند بوجھ ہوگیا ہے - فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا - ڈاکٹر نے کہا کہ اس بازو میں زہر اثر کر گیا ہے تم اگر اسکو کٹا دینے پر راضی ہو تو جان بچ جائیگی ورنہ نہیں وہ تھانہ دار کٹانے پر راضی نہوا اسکے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں مر گیا - ہمارے بھی ایک دفعہ اسی طرح ناخن میں پنسل لگ گئی ہم سیر کرنے گئے تو دیکھا کہ ہمارے ہاتھ میں بھی ورم ہونا شروع ہوگیا ہے تو ہمیں وہ قصہ یاد آگیا - مینے اسی جگہ سے دعا شروع کردی گھر پہونچنے تک برابر دعا ہی کرتا رہا تو دیکھتا کیا ہوں کہ جب میں گھر پہنچا تو ورم کا نام و نشان تک بھی نہ تھا پھر مینے لوگوں کو دکھایا اور سارا قصہ بیان کیا - اسی طرح ایک دفعہ میرے دانت کو سخت درد شروع ہوگیا - مینے لوگوں سے ذکر کیا تو اکثر نے صلاح دی کہ اسکو نکلوا دینا بہتر ہے - مینے نکلوانا پسند نہ کیا اور دعا کیطرف رجوع کیا تو الہام ہوا واذا مرضت فہو یشفین - اسکے ساتھ ہی مرض کو بالکل آرام ہوگیا یہ اسبات کو دیکھا ہندرہ سال ہو گئے ہیں - اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے ایمان کے موافق اسباب سے نفرت ہو جاتی ہے جسقدر ایمان کامل ہوتا ہے اسی قدر اسباب سے نفرت ہوتی جاتی ہے - حقیقت میں دیکھا گیا ہے کہ دنیا بڑے دھوکے میں پڑی ہوئی ہے - جن باتوں کو اپنی ترقی کے ذرایعہ سمجھی بیٹھی ہے اصل میں وہی ذلت کا موجب ہوتی ہیں - دنیاوی عزت بڑہانے اور عروج و مالداری حاصل کرنیکے لئے طرح طرح کے فریب و دجل اور دھوکے استعمال کرتے ہیں اور طرح طرح کی بے ایمانیوں سے اپنے مقاصد حاصل کرنیکی کوشش کرتے رہتے ہیں - انہیں مکاریوں کو دینی مرادوں کا ذریعہ سمجھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ بڑے فخریہ اپنی کامیابیونکا دوستوں میں ذکر کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی یہی تعلیم کرتے ہیں لیکن اگر نظرِ انصاف اور معرفت سے دیکھا جاوے تو انکے یہ طریق کوئی راحت نہیں بخشتے جب پوچھو تو شاکی اور نالاں ہی نظر آتے ہیں اور کبھی راحت اور طمانیت انکے حال سے ظاہر نہیں ہوتی - طمانیت کی رویت بجز فضلِ خدا کے نہیں ہوتی جب تک انسان اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان نہیں رکھتا اور اسکے وعدوں پر سچا یقین نہیں کرتا اور ہر ایک مقصود کا دینے والا اسی کو نہیں سمجھتا اور کامل صلاح اور تقویٰ اختیار نہیں کر لیتا تو اسوقت تک وہ حقیقی راحت دستیاب نہیں ہو سکتی - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وھو یتولّی الصالحین - یعنے جو صلاحیت اختیار کرتے ہیں خدا انکا متولی ہو جاتا ہے - انسان جو متولی رکہتا ہے اسکے بہت بوجہ کم ہو جاتے ہیں بہت ساری مصائب گھٹ جاتی ہیں بچپن میں ماں بچے کی متولی ہوتی ہے تو بچے کو کوئی فکر اپنی ضروریات کا نہیں رہتا وہ خود ہی اسکی ضروریات کی کفیل ہوتی ہے اسکے کپڑوں اور کہانے پینے کے خود ہی فکر میں لگی رہتی ہے اسکی صحت قایم رکہنے کا دہیان اسی کو رہتا ہے اسکو نہلاتی اور دہلاتی ہے اور کہلاتی اور پلاتی ہے یہاں تک کہ بعض وقت اسکو مار کر کھانا کہلاتی اور پانی پلاتی اور کپڑا پہناتی ہے - بچہ اپنی ضرورتوں کو نہیں سمجھتا بلکہ ماں ہی اسکی ضرورتوں کو خوب سمجھتی اور انکو پورا کرنے کے خیال میں لگی رہتی ہے اسطرح جب ماں کی تربیت سے نکل آتے تو انسان کو بالطبع ایک متولی کی ضرورت پڑتی ہے طرح طرح سے اپنے متولی اور لوگوں کو بناتا ہے جو خود کمزور ہوتے ہیں اور اپنی ضروریات میں غلطاں ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرے کی خبر نہیں لے سکتے - لیکن جو لوگ ان سب سے منقطع ہو کر اس قسم کا تقویٰ اور اصلاح اختیار کرتے ہیں انکا وہ خود متولی ہو جاتا ہے اور انکے ضروریات اور حاجات کا خود ہی کفیل ہو جاتا ہے انہیں کسی بناوٹ کی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ اسکے ضروریات کو ایسے طور سے سمجھتا ہے کہ یہ خود بھی اسطرح نہیں سمجھ سکتا - اور اسپر اسطرح فضل کرتا ہے کہ انسان خود حیران رہتا ہے - گرسنہ ستانی بہ ستم سے رسد والی نوبت ہوتی ہے - لیکن انسان بہت سے زمانے پا لیتا ہے تب اسپر ایسا زمانہ آتا ہے کہ خدا اسکا متولی ہو جائے یعنے اسکو خدا کی تولیت حاصل کرنیسے پہلے کئی متولیوں کی تولیت سے گذرنا پڑتا ہے جیسا خدا فرماتا ہے قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس - پہلے وہ جسمانی باپ کی پرورش ہے پھر جب بڑا ہوتا ہے تو بادشاہوں اور حاکموں کی حاجت پڑتی ہے پھر جب اس سے آگے قدم بڑھاتا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جنکو مینے متولی سمجھا ہوا تھا وہ خود ایسے کمزور تھے کہ انکو متولی سمجھنا میری غلطی تھی کیونکہ انہیں متولی بنانے میں نہ تو میری ضروریات ہی حاصل ہو سکتی تھیں اور نہ ہی وہ میرے لئے کافی ہو سکتے تھے پھر وہ خدا کیطرف رجوع کرتا ہے اور ثابت قدمی دکھانے سے خدا کو اپنا متولی پاتا ہے اسوقت اسکو بڑی راحت حاصل ہوتی ہے اور ایک طمانیت کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے - خصوصاً جب خدا کسی کو خود کہے کہ میں تیرا متولی ہوا - تو اسوقت جو راحت اور طمانیت اسکو حاصل ہوتی ہے وہ ایسی حالت پیدا کرتی ہے کہ جسکو بیان نہیں کیا جا سکتا - یہ حالت تمام غموں سے پاک ہوتی ہے - دنیاوی حالتوں میں انسان غمی سے خالی نہیں ہو سکتا - لذتِ دنیا کا شوق اور غموں سے بھری ہوئی ہے - سو

دولتِ دنیا جز دو چند دام نیست سو
جز تخلو نگاہ حق آرام نیست سو

جنکا اللہ تعالےٰ متولی ہو جاتا ہے وہ دنیا کے آلام سے نجات پا جاتے ہیں اور ایک سچی راحت اور طمانیت

کی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں انکے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب** جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہر ایک بلا اور الم سے نکال لیتا ہے اور اسکے رزق کا خود کفیل ہو جاتا ہے اور ایسے طریق سے دیتا ہے کہ جو وہم اور گمان میں بھی نہیں آسکتا۔

دنیا میں کئی قسم کے جرائم ہوتے ہیں۔ بعض جرائم **قانون** کی حد میں آسکتے ہیں اور بعض قانون کی حد میں بھی نہیں آسکتے۔ گناہ خون اور نقب زنی وغیرہ جب کرتا ہے تو انکی سزا قانون سے پاسکتا ہے۔ لیکن جھوٹ وغیرہ جو معمولی طور پر بولتا ہے یا بعض حقوق کی رعایت نہیں رکھتا وغیرہ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنکے لئے قانون تدارک نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اسکو راضی کرنیکے لئے جو شخص ان ایک بدی سے بچتا ہے اسکو متقی کہتے ہیں۔ یہ دینی متقی ہے جسکی آج عدالت میں بحث تھی۔ ایک مولوی عدالت میں از طرف کرم دین مستغیث گواہ تھا اور اسپر جرح ہو رہی تھی اثناء جرح میں اسنے بحلف بیان کیا کہ ایک شخص زنا بھی کرے۔ جھوٹ بولے۔ یا خیانت کرے۔ دغا بازی فریب کرے وغیرہ وغیرہ تو پھر بھی وہ متقی رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو متقی کے لئے وعدہ کرتا ہے کہ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لئے تقویٰ اختیار کرتا ہے تو ہر مشکل سے اللہ تعالیٰ اسکو رہائی دیدیتا ہے لوگوں نے تقویٰ کے چھوڑنے کے لئے طرح طرح کے بہانے بنا رکھے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جھوٹ بولے بغیر ہمارے کاروبار نہیں چل سکتے اور دوسرے لوگوں پر الزام لگاتے ہیں کہ اگر سچ کہا جائے تو وہ لوگ ہمیں اعتبار نہیں کرتے پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ سود لینے کے بغیر ہمارا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگ کیونکر متقی کہلا سکتے ہیں خدا تعالیٰ تو وعدہ کرتا ہے کہ میں متقی کو ہر ایک مشکل سے نکالونگا اور ایسے طور سے رزق دونگا جو گمان اور وہم میں بھی نہ آسکے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے جو لوگ ہماری کتاب پر عمل کریں گے انکو ہر طرف سے اوپر سے اور نیچے سے رزق دونگا پھر فرمایا ہے کہ **وفی السماء رزقکم** جسکا مطلب یہی ہے کہ رزق تمہارا تمہاری اپنی محنتوں اور کوششوں اور منصوبوں سے وابستہ نہیں وہ آسمان **بالاتر** ہے۔ یہ لوگ ان وعدوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ جو شخص تقویٰ اختیار نہیں کرتا وہ معاصی میں غرق رہتا ہے اور بہت سارے رکاوٹیں اسکی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک ولی اللہ کسی شہر میں رہتے تھے انکی ہمسائیگت میں ایک دنیا دار بھی رہتا تھا۔ ولی ہر روز تہجد پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ دنیا دار کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص جو ہر روز تہجد پڑھا کرتا ہے میں بھی تہجد پڑھوں غرض یہی ارادہ مصمم کرکے وہ ایک رات اٹھا اور تہجد کی نماز پڑھی اسکو تہجد پڑھنے سے اسقدر تکلیف ہوئی کہ کمر میں درد شروع ہو گیا اس ولی اللہ کو خبر ملی کہ رات انکے دنیا دار ہمسایہ نے تہجد کی نماز پڑھی تھی تو اسکے سبب سے اسکے کمر میں درد ہونے لگا ہے وہ عیادت کے لئے آیا اور اس سے حال پوچھا دنیا دار نے کہا کہ میں آپکو دیکھا کرتا تھا کہ آپ ہر رات تہجد پڑھتے ہیں میرے خیال میں بھی آیا کہ میں بھی تہجد پڑھوں سو آج رات میں تہجد پڑھنے اٹھا اور یہ مصیبت مجھپر آگئی اسنے جواب میں کہا کہ تجھے اس فضول سے کیا۔ پہلے چاہیئے تھا کہ تو اپنے آپکو صاف کرتا اور پھر تہجد کا ارادہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی اجابت بھی **متقین** کے لئے ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انما یتقبل اللہ من المتقین** درحقیقت جب تک انسان تقویٰ اختیار نہ کرے اسوقت تک اللہ تعالیٰ اسکی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں عظیم صفات ہیں جو لوگ اسکی راہ پر چلتے ہیں انہیں کو اس سے اطلاع ملتی ہے اور وہی اس مزہ پاتے ہیں خدا سے رشتہ میں اسقدر شیرینی اور لذت ہوتی ہے کہ کوئی پھل ایسا شیریں نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ سے جلدی کوئی شخص خبر گیران نہیں ہو سکتا ہے جسکا خدا متولی ہو جاتا ہے اسکو کئی فائدے ہوتے ہیں ایک تو وہ طمانیت کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ راحت پاتا ہے جو کسی دنیا دار کو نصیب ہونا ناممکن ہے اور ایسی لذت پاتا ہے جو کہیں دوسری جگہ نصیب نہیں ہو سکتی اور اسکا متولی ایسا زبردست ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مشکل سے بہت جلدی نکالتا اور خبر گیری کرتا ہے۔

یہ لوگ بالکل بیہودہ جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں جھوٹی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ نماز اگر پڑھتے ہیں تو ریا کے لئے پڑھتے ہیں۔ وہ نماز جو آنحضرت صلعم نے سکھلائی تھی وہ نہیں پڑھتے۔ وہ نماز ہے جسکے پڑھنے سے انسان **ابدال** میں داخل ہو جاتا ہے۔ گناہ اسکے دور ہو جاتے ہیں دعائیں **قبول** ہوتی ہیں انسان خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ **احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لا یفتنون** لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ صرف منہ سے کہدینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہے اور کوئی ابتلائی مشکل پیش نہ آئے گا یہ بالکل غلط خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ مومن پر ابتلا بھیجکر امتحان کرتا ہے۔ تمام راستبازوں سے خدا کی یہی سنت ہے یہ مصائب اور شدائد میں ضرور ڈالے جاتے ہیں۔ مصائب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ مصائب ہیں جو زیر سایہ شریعت ہوتے ہیں۔ انسان احکام کی تعمیل کیلئے انقطاع حاصل کرنا چاہتا ہے اور اسطرف ہر ایک تعلق میں جو کشش ہے وہ اسکو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ بیوی بچے۔ دوست۔ دنیاداری کی رسوم کے تعلقات چاہتے ہیں کہ ہماری کشش کا اسپر ایسا اثر ہو کہ وہ ہماری طرف کھنچا چلا آوے اور ہم سے ہی پیوستہ رہے تعمیل احکام کی کشش انسے انقطاع کا تقاضا کرتی ہے ان سبکا چھوڑنا ایک موت کا سامنا ہوتا ہے۔

ہمارا یہ مطلب تو نہیں کہ ان سب کو اسطرح چھوڑ دے کہ انسے کوئی تعلق ہی نہ رکھے۔ ایک طرف بیوی بیوہ کیطرح ہو جائے۔ اور بچے یتیموں کی طرح ہو جائیں قطع رحم ہو جائے بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ بیوی بچوں کا پورا تعہد کرے انکی پرورش پورے طور سے کرے اور حقوق ادا کرے۔ صلہ رحم کرے لیکن دل انمیں اور اسباب دنیا میں نہ لگا وے۔ دل بایار۔ دست بکار۔ رہے اگرچہ یہ بات بہت نازک ہے مگر یہی سچا انقطاع ہے جسکی مومن کو ضرورت ہے وقت پر خدا کیطرف ایسا آجاوے گویا وہ ان سے کورا ہی تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین صاحب نے ایکدفعہ سوال کیا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر پوچھا آپ اللہ سے محبت رکھتے ہیں حضرت علی نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت حسین علیہ السلام نے اسپر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ایک دل میں دو محبتیں کسطرح جمع ہو سکتی ہیں پھر حضرت حسین علیہ السلام نے کہا کہ وقت مقابلہ پر آپ کس سے محبت کریں گے فرمایا اللہ سے۔ غرض انقطاع انکے دلوں میں مخفی ہوتا ہے اور وقت پر انکی محبت صرف اللہ کے لئے رہ جاتی ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب نے عجیب نمونہ انقطاع کا دکھلایا۔ جب انہیں گرفتار کرنے آئے تو لوگوں نے کہا کہ آپ گھر سے ہو آویں۔ آپ نے فرمایا میرا انسے کیا تعلق ہے۔ خدا سے میرا تعلق ہے سو اسکا حکم آن پہنچا ہے میں جاتا ہوں ہر چیز کی اصلیت امتحان کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ اصحاب رسول اللہ سب کچھ رکھتے تھے زن و فرزند اور اموال اور اقارب سب کچھ انکے موجود تھے

کا سہارا رکھتے تھے مگر انہوں نے اسطرح
قبول کیا کہ گویا ایک شہد میں پہل انہیں
ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے موت کو
پسند کرتے۔ ایک طرف تعہد حقوق عیال و اطفال
میں کمال دکھایا اور دوسری طرف ایسا انقطاع......
کہ گویا وہ بالکل کورے تھے۔ یہانتک اللہ تعالیٰ کے لئے موت
کو .... پسند کرتے۔ کبھی نامردی نہ دکھاتے
بلکہ آگے ہی قدم رکھتے۔ ایسی محبت سے وہ حضرت
صلعم کے قدموں میں جان دیتے تھے کہ بیوی بچوں کو
بلا جیسی سمجھتے تھے۔ اگر بیوی بچے مزاحم ہوں تو
انکو دشمن سمجھتے تھے اور یہی معنے انقطاع کے ہیں
آجکل کے رہبانوں کیطرح نہیں کہ بالکل بیوی بچے
سے تعلق چھوڑ دے اور سارے جہان سے ایک
طرف ہو جائے۔ آسمان پر رہبانیت کے انقطاع
کی کچھ قدر نہیں۔ صوفی منقطعین ہی نمونے
دکھاتے رہے ہیں کہ بازن و فرزند اور باخدا رہے پھر
پھر جب وقت آیا تو زن و فرزند کو چھوڑا اللہ تعالیٰ
کیطرف ہو گئے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کیطرف
منقطع ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ کا حال دیکھئے
کیا انقطاع کا نمونہ ان سے ظاہر ہوا۔ جو اپنے آپ کو
اللہ کی راہ میں ضائع کرنا چاہتا ہے اللہ اسکو
ضائع نہیں کرتا اور اسکا نشان دنیا سے معدوم
نہیں کرتا۔ میرا مطلب ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ایسا
اخلاص ظاہر کریں اور اسقدر کوشش کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔ درست دوست
سے راضی نہیں ہو سکتا جب تک اسکے لئے وفاداری ظاہر
اور ثابت نہ ہو۔ کسی کے دو خدمتگار ہوں ایک وفادار
اور مخلص ثابت ہو اور اپنے **فرائض** کو نہ رسم
و رواج اور دباؤ سے بلکہ پوری محبت اور وفاداری
اور اخلاص سے ادا کرے اور دوسرا ایسا ہو جو
بیدلی سے اور رسمی طور پر کچھ کام کرے تو انمیں
سے مالک اسی پہلے پر راضی ہوگا اور اسی کی باتوں
کو سنیگا۔ اور اسی پر اعتبار کریگا۔ اور ...
وفادار ہی کو پیار کریگا۔

فیج اعوج کے زمانہ میں تعصب بڑھ گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من عادی ولیا لی**
فعادالی۔ ان لوگوں کو یہ خیال نہیں کہ انکے تعصب نے
انکو خدا سے بالکل دور کر دیا ہے۔ ایک زمانہ
آنے والا ہے کہ [illegible]
رسمی نماز [illegible] دنیا کی [illegible]
[illegible] اخلاص کی

ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام کا لفظ ہی مسلمان
بناتا ہے اسکا مطلب یہی ہے کہ وفاداری
اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا
اور حکموں پر گردن جھکائی جاوے۔ یہ
لقب کسی اور ملت کو نہیں دیا گیا۔ اس امت
پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ اسلام
جس بات کو چاہتا ہے وہ اسی جگہ سے اسلام
کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتا ہے **ولمن
خاف مقام ربہ جنتٰن**۔ خدا کے دیدار
کے واسطے اسی جگہ سے حواس ملتے ہیں۔
**من کان فی ہٰذہ اعمیٰ فہو فی
الآخرۃ اعمیٰ**۔ جو یہاں خدا نہیں دیکھتا وہ
وہاں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

۴ جون سنہ ۱۹۰۴ء

ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ نماز اصل میں
دعا ہے۔ نماز کا ایک ایک لفظ جو بولتا ہے وہ نشانہ
دعا کا ہوتا ہے۔ اگر نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کے
لئے تیار رہے۔ کیونکہ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ
سوائے اسکے کہ ہلاکت کے نزدیک خود جاتا ہے اور
کیا ہے۔ ایک حاکم ہے جو بار بار اس امر کی ندا
کرتا ہے کہ میں دکھیاروں کا دکھ اٹھاتا ہوں۔ مشکل والوں
کی مشکل حل کرتا ہوں۔ میں بہت رحم کرتا ہوں۔
بیکسوں کی امداد کرتا ہوں لیکن ایک شخص جو
کہ مشکل میں مبتلا ہے اسکے پاس سے گذرتا ہے
اور اسکی ندا کی پرواہ نہیں کرتا نہ اپنی مشکل کا بیان
کرکے طلب امداد کرتا ہے تو سوائے اسکے کہ
وہ تباہ ہو اور کیا ہوگا۔ یہی حال خدا تعالیٰ کا
ہے کہ وہ تو ہر وقت انسان کو آرام دینے کے لئے
تیار ہے۔ بشرطیکہ کوئی اس سے درخواست کرے
قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے کہ نافرمانی سے
باز رہے اور دعا بڑے زور سے کرے۔ کیونکہ
پتھر پر پتھر زور سے پڑتا ہے تب آگ پیدا
ہوتی ہے۔

الیٰ ربک یومئذ ن المستقر۔ اس آیت
کو قیامت پر چسپاں کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ اسدن
تو خدا کی طرف رجوع کرنا کسی کام نہ آویگا
بلکہ یہ اس زمانہ کی حالت ہے کہ طاعون کے بارے
میں خواہ کوئی حیلہ حوالہ کریں ہرگز کام نہ آویگا
آخر مستقر خدا تعالیٰ ہی ہوگا۔ لوگ جب اس کو
مانیں گے تب وہ اس سے رہائی دیگا۔ **این المفر**
بھی اسی پر چسپاں ہے کیونکہ دوسرے آفات میں
تو کوئی نہ کوئی مفر ہوتا ہے مگر طاعون میں کوئی
مفر نہیں ہے۔ صرف خدا کی پناہ ہی کام آویگی۔
خدا کیطرف ظلم کبھی منسوب نہیں ہو سکتا۔ جو
صادق ہوگا وہ ضرور اپنے صدق سے نفع پائیگا
یہ وہی دن ہیں جنکی نسبت کہا گیا ہے **ہٰذا
یوم ینفع الصادقین صدقہم**۔

۱۵ جون سنہ ۱۹۰۴ء

صنعت و حرفت میں دسترس حاصل کرنے۔ سیر و
سیاحت میں قوم کے افراد کو مشغول رہنے۔ لنڈن
ہو آنے۔ مشینوں میں ترقی کرنے وغیرہ کو آج
کل تہذیب کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور جب
کسی قوم میں یہ باتیں ہوں تو اسے ایک مہذب
قوم کہتے ہیں یہ ذکر ایک صاحب نے حضرت اقدس کی
مجلس میں آج کیا اسپر آپ نے فرمایا
کہ جس قوم میں راستی کا پیار نہیں۔ اعمال میں
للہیت نہیں اور ریاکاری اور خودپسندی انکا
شیوہ ہے اسے مہذب نہیں کہہ سکتے۔ تہذیب
کے اصول۔ اخلاص۔ صدق اور توحید ہیں
وہ سوائے اسلام کے اور کسی دوسرے مذہب میں
نہیں مل سکتے۔ عیسائیوں کو اخلاق کا بڑا ناز
ہے مگر انکی جو بات دیکھو اسی میں گند ہے کوئی
عمل ہو اسمیں ریاکاری ضرور ہے حالانکہ خلق
وہ ہے جو للہ ہو۔ خدا کی عظمت اسپر ایمان اور
نوع انسان کی خدمت یہ باتیں خلق کی ہیں لیکن
یہاں خدا کی جگہ تو ایک یسوع نامی کو دیدی
گئی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ
ظاہر ہے۔ بات یہ ہے کہ جب خدا کو شناخت ہی نہیں
کیا تو اسپر نظر رکھ کر کسی کی خدمت کیا کر سکتے ہیں
سچے خلق کا ہونا بہت مشکل ہے جسکے یہ معنے ہیں
کہ ہر ایک نیکی کو برمحل برتا جاوے اور خدا سے
ڈر کر وہ اپنی حد پر رہیں لیکن ایمان کے سوا یہ
باتیں حاصل نہیں ہوتیں۔ ثواب اسکو ملا کرتا ہے
جو خدا سے ڈر کر گناہ کو چھوڑتا ہے یا اسکو راضی
کرنیکی محنت برداشت کرکے ایک نیکی کو کرتا ہے
اور جب تک یہ نیت نہیں ہوتی تب تک ہرگز ثواب
نہیں ملتا۔ اگرچہ وہ کام بذات خود نیک ہی ہو ہندو
لوگ بتوں کی خاطر کیا کرتے ہیں کتنی محنتیں اٹھاتے
ہیں مگر سب کی سب رائیگاں جاتی ہیں۔

طاعون کا اصل مقصد

اس زمانہ مین جبکہ طاعون نے اپنے خوفناک نظارون سے اہل عالم کے دلکو ہلا دیا ہے۔ اور اُس کی سختی اور تندی ہر موسم مین بڑہتی جاتی ہے۔ طبعاً یہ سوال ہر ایک کی فطرۃ مین پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ آخر طاعون سے اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا کیا ہے۔

طاعون کو صرف ایک مرض وبائی قرار دینا۔ اور منجملہ دیگر امراض وبائی کے ایک عام مرض تو سمجھ لینا تو غلطی ہے۔ کیونکہ اس کے متواتر دورون اور تیز رفتار سے اور ایک ترتیبی کارروائی نے اس کو تو ضرور پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ یہ ضرور قہر الٰہی ہے۔ اور ایک با ارادہ قادر مطلق ہستی یعنی خدا تعالیٰ کے امر سے اپنی کارروائی کر رہی ہے۔ اس مقام پر ہمیں طاعون زدہ علاقون مین اسکی ترتیبی کارروائی کی نظیر پیش کرنیکی ضرورۃ مطلق نہین ہے کیونکہ جن جن مقامون مین یہ پہنچی ہے۔ وہان کے لوگون نے خود مشاہدہ کر لیا ہوگا۔ اور جہان آجتک نہیں پڑی۔ وہان کے لوگ عنقریب دیکھ لین گے۔ کہ اس کے حملے کسطرح ترتیب سے ہر ایک محلہ مین اور ہر طبقہ انسانی پر ہوتے ہین۔ اور جس طرح سے ایک سرکاری افسر مدارج اور ترتیب کو مدنظر رکھکر احکام بالا کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ ویسے ہی بڑے امتیاز اور حفظ مراتب کیساتھ یہ بھی لوگون اور محلون کا انتخاب کرتی ہے عنوان مذکورہ بالا سے ہماری صرف یہ غرض ہے۔ کہ ہم دکہلا وین کہ جب کہ یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہے۔ تو منشاء ایزدی کیا ہے کہ اگر وہ پورا کر دیا جاوے۔ تو خدا تعالیٰ اس سے دنیا کو محفوظ رکھے ہوے۔

مذکورہ بالا سوال کا جواب حضرۃ مولانا حکیم نور الدین صاحب نے اپنی ایک تقریر مین دیا ہے۔ جسے ہم اپنے الفاظ مین ذیل مین درج کرتے ہین

قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب اس قسم کے عذاب دنیا پر نازل ہوتے ہین۔ تو سرکاری منشاء (ارادہ ایزدی) یہ ہوتا ہے۔ کہ لوگ تضرع کرین۔ اس منشاء سرکاری کا علم ہونے کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے۔ کہ کوئی مامور بھی اسوقت دنیا مین موجود ہو۔ لیکن اگر کوئی مامور بھی موجود ہو۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ خدا تعالیٰ ایک سخت پکڑ پکڑنا چاہتا ہے۔ تکالیف اور مصائب اور شدائد مین مبتلا ہوکر خود انسان کا دل تضرع کیطرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ فطرت انسانی بھی بذات خود خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک مامور ہے۔ جو کہ منشاء سرکاری سے ایسے وقتوں مین اُسے آگاہ کرتی ہے۔ آتشک اور سوزاک مین مبتلا انسان کو فطرت بتلاتی ہے۔ کہ تو نے بدعمل کیا۔ اور اُس کا یہ نتیجہ ہے۔ نہ آیندہ تو اس سے باز آ۔ وہ دلمیں ملامت کرتا ہے خادم ہوتا ہے۔ بحالت بیماری مین اقرار کرتا ہے۔ کہ اب آرام ہو جاوے۔ تو پھر زنا نکرونگا۔ (صحت پاکر وہ پھر کیون کرتا ہے یہ امر ہماری بحث سے سرے سے خارج ہے۔ گویا ایک طرف سے فطرت انسانی بھی خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہون کا علم دینے کے لئے ایسا بشیر اور نذیر ہے۔ جو کہ ہر وقت انسان کے اندر موجود ہے لیکن چونکہ یہ کامل رہبر نہیں ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے کتب سماوی اور انبیاء اور رسل کے ارسال کرنے کا سلسلہ بھی دنیا مین قایم کر رکہا ہے۔ تاکہ ہدایت اور نجات کی راہ مین کسی قسم کا سقم باقی نہ رہے۔ کتب سماوی اور انبیاء کے نزول سے بھی منشاء سرکاری یہی ہوتا ہے۔ کہ ہلاکت اور نجات کی راہون کا علم کامل طور پر حاصل ہو جاوے۔ بارگاہ الٰہی کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہوتا۔ کہ ان کتابون یا مامورین کی پرستش کیجاوے۔ صرف یہی مقصد ہوتا ہے۔ کہ حسب تقاضائے فطرت جس تضرع کی ضرورۃ دنیا کو ہوتی ہے۔ اُسکا علم اور طریق عمل انکو بتلا کر خدا کی رضا حاصل کرنے کا راستہ کہولدیا جاوے۔

پس اس وقت طاعون سے اصل مقصد جو تضرع ہے اس کے لحاظ سے انسانون کے تین گروہ ہین۔ اول وہ لوگ جنکے پاس کوئی کتاب آسمانی نہیں۔ انہیں طاعون اسلئے پڑتی ہے۔ کہ امن اور چین کیحالت مین اگر انہون نے الٰہی مامور فطرت انسانی کی آواز کو نہین سُنا۔ تو اب اس طرح سے سن لین۔ اور منشاء سرکاری سے آگاہ ہوکر دایمی ہلاکت سے نجات پاوین۔ اور تضرع مین لگجاوین۔ دوم وہ لوگ جنکے پاس کتب بانی اموال قدیمہ اور اخبار و آثار موجود ہین۔ لیکن مامور موجود نہیں۔ اس قسم کے لوگون کی خدا تعالیٰ نے دوہری مدد کی ہے۔ کہ علاوہ ایک رہبر فطرۃ انسانی کے ایک اور مددگار انکو دیدیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ اس طاعون کے زمانہ مین منشاء سرکاری سے آگاہ ہو سکتے ہین۔ اگر اب تک وہ طاعون مین مبتلا نہین ہوئے۔ تو تضرع مین مصروف ہو جاوین۔ سوم۔ وہ لوگ جنہیں علاوہ کتابون کے کوئی مامور بھی خدا کی راہون کا پتہ لگ جانا بہت ہی آسان کام ہے۔ فطرت انسانی کی آواز کے سننے مین امکان ہے۔ کہ مغالطہ ہو جاوے۔ کتابون کے ذریعہ منشاء ایزدی کے سمجھنے مین ممکن ہے۔ کہ انسان غلطی کر بیٹھے۔ مگر ایک مامور کے ہوتے ہوئے غلطی مین رہنا بہت محال بات ہے۔ وہ اس لئے نہیں بھیجا جاتا کہ اسکی پوجا ہو۔ بلکہ صرف اس لئے آتا ہے کہ اصل مقصود یعنی تضرع کا علم مخلوق کو دیوے۔ کہ خدا کی رضا ان ایام مین اسی سے وابستہ ہے۔ تم اس مین لگجاو

خدا تعالیٰ کو چونکہ عام اصلاح منظور ہے اور اس کا ذریعہ تضرع ہے۔ اس لئے ہر ایک قوم۔ ہر ایک ملت خواہ کہین آباد ہو۔ وہ مواخذہ کے نیچے ہے۔ پس اے احمدی ہو کر تم مامور کے مرید اور متعلقین میں سے ہو کر اگر تضرع نہ کروگے۔ تو تم بھی مجرم ہوگے اور دوسرون کی نسبت زیادہ قابل اخذ ہوگے کیونکہ جو تم کو دیا گیا ہے۔ وہ اورون کو نہیں دیا گیا ہے۔

مامور تضرع کا قایم مقام نہیں ہے

بعض نادان لوگ مامور کو ولی یا بزرگ جانکر اُسے خدا کا ایجنٹ قرار دیتے ہین۔ اور صرف اس کے تعلق بیعت کو تضرع کا قایم مقام بنا بیٹھتے ہین۔ یہ انکی غلطی ہے۔ کیونکہ مامور تو اپنی تعلیم دیکر ہر ایک قسم کی ذمہ واری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اور وہ تو بار بار یہی کہتا ہے۔ کہ عمل در آمد منظور ہے جس کی نظیر اسوقت کشتی نوح کی تعلیم موجود ہے۔ پس جو لوگ تضرع کو چھوڑتے ہین۔ اور حالتون مین تغیر نہیں کرتے وہ خدا کے غضب کے نیچے آتے ہین۔ پس چاہیے۔ کہ تقوے کے حقیقی مغز کو حاصل کرین۔ اور اپنی ہر ایک حرکت اور سکون۔ معاملات۔ تعلقات۔ لین دین۔ میل ملاپ عبادات۔ سب کچھ خدا کی مرضی کیموافق بجا لاوین۔ تاکہ وہ اس سے محفوظ رکھے۔ اور اس بات پر نازان نہون۔ کہ ہم نے بیعت کی ہوئی ہے۔ اصل منشاء مامور کے آنے کا یہی ہے۔ کہ تم تضرع کرو۔ پس اگر تم تضرع مین مصروف نہیں ہو۔ تو تمہارا مامور سے کیا تعلق ہے

تضرع کیا ہے

جبکہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے۔ کہ تم تضرع کرو۔ اس لئے اس امر کا سمجھنا بھی ضروری ہے کہ خود تضرع کیا شے ہے۔ اس کے معنے ہین آہ و زاری اور نالہ و بکا کر کے کسی کو اپنے پر مہربان بنا لینا۔ یا اوسے راضی کر کے مورد انعام بن جانا۔ یا اُس کے عذاب سے محفوظ رہنا۔ جب انسان کسی کے آگے زاری کرتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے۔ کہ میری گذشتہ خطائین معاف کیجاوین۔ وہ آیندہ ایسا نہ کرے گا۔ بلکہ حالتیں تغیر کرکے آقا کی رضامندی کا طالب ہوگا۔ پس خدا تعالیٰ جو تم سے زاری چاہتا ہے۔ اُس کے بھی یہی معنے ہین۔ کہ تم اپنی حالتون کو بدلو۔ اور وہ بات اختیار کرو۔ جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں سچی توبہ کے مفہوم کا نام تضرع ہے۔

بڑے بڑے شریر کیون نہیں طاعون سے ہلاک ہوئے

بعض نادانون نے یہ بھی غلطی کھائی ہے۔ کہ وہ اعتراض کرتے ہین۔ کہ بڑے بڑے شریر کیون نہیں ہلاک ہوئے۔ وہ کیون محفوظ ہین۔ میرا یقین ہے۔ کہ اس قسم کے معترض خدا تعالیٰ کی تعلیم اور اسکی سنت سے محض ناواقف اور غافل ہیں۔ دیکھو

طاعون کی ابتدا حشرات الارض یعنی زمینی کیڑون سے ہوتی ہے اور اول اول چوہے اس کے شکار ہوتے ہین۔ پھر ترقی کرکے یہ انسانون مین آتی ہے کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ طبقہ انسان مین بھی جو لوگ حشرات الارض کے رنگ مین ہین۔ اول طاعون اونہی پر پڑنی چاہیے۔ یعنی اول عام اور ادنےٰ لوگ اس کا شکار ہون۔ اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کرکے یہ بڑے بڑے اشرار پر حملہ کرے ہم نہیں دیکھتے۔ کہ جب......

کرشمۂ محبت

بڑی بڑی جنگیں جہان اور بہت سی یادگاریں چھوڑ جاتی ہیں۔ اور ایک انقلاب عظیم دنیا میں پیدا کرتی ہیں۔ وہاں ساتھ ہی کوئی نہ کوئی کرشمہ محبت کبھی ان کی یادگار رہ جاتا ہے۔ حال کی جنگ روس و جاپان کی بھی اس سے خالی نہ رہی۔ ۱۲۰ جولائی کا روزانہ اخبار عام میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ انگریزی اخبارات میں ایک دلچسپ خبر محبت کی جنگ کی لو خبروں میں دیکھی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ منچوریا کی لڑائی میں ایک روسی فوج آئی جس کو پورٹ آرتھر جانیکا حکم ہوا۔ افسر فوج کیساتھ ایک خوبصورت نوجوان اردلی تھا۔ جو کہ وطن سے ہی ہمراہ چلا آتا تھا۔ پورٹ آرتھر میں یہ اردلی مجروح ہوگیا جہاں سے اوسے ہسپتال میں لے گئے۔ جبکہ اس کی حالت میں تغیر عظیم واقع ہونے لگا۔ تو اوسوقت یہ راز کھلا کہ یہ اردلی اصل میں ایک نوجوان عورت ہے۔ جو کہ افسر فوج پر فریفتہ ہے۔ وطن میں اس نے شادی کی آرزو کی لیکن افسر نے نہ مانا۔ آخر اس اسیر محبت نے بہیس بدلکر اردلی کی صورت میں اس افسر کے زیر نظر رہنا شروع کیا۔ اور اسی عشق میں اپنے وطن اور عزیز و اقربا کو خیرباد کہکر جنگ میں چلی آئی۔ جب یہاں یہ راز کھلا۔ تو افسر بھی اس کی جرأت پر دنگ ہوگیا۔ مگر افسوس کہ اس گھڑی بھی اس نے اس کی درخواست کا جواب نفی میں دیا۔ ہسپتال کے عہدہ دارو اور نیز اس کے دوستوں نے بھی بہت کچھ سمجھایا کہ اس کی وفا کی قدر کرو اور شادی کرلو۔ لیکن خاندانی وجوہات اُسے مانع ہوئے۔ جب یہاں بھی اوس کشتۂ محبت کو مایوسی ہوئی تو اسکی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اور بہت جلدی اُس نے اپنے دموں کو دنیا میں گذار کر عالم ثانی کی راہ لی۔ جب اسکی موت کی خبر اوس سنگدل افسر کو ملی۔ تو چونکہ اس عاشق صادق کا صدق اور وفا اپنے کمال کو پہونچ چکا تھا۔ اور اب اس کی تاثیریں اپنی پوری حرارت سے کام کرنے لگ گئیں تھیں۔ آخر اس کا دل پگھلا وہ اپنے اسوقت کے ارادہ اور خیال پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اپنے کمرہ میں گیا۔ اور بندوق سے خودکشی کرکے جان دی

ضروری اطلاع

خریداران البدر خط و کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری جو کہ مطبوعہ چٹون پر ہے۔ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوسکے گی۔ مینجر

تعدد ازدواج پر سید محمود مرحوم کی رائے

جواز پالیگیمی پر بحث کرتے ہوئے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ پابندی عقد کی بھی کوئی ضرورت ہے؟ اور اس کو یقیناً ہر ذی تمیز باسانی تسلیم کریگا۔ کہ بجائے آزادی مباشرت کے تعیین زوجین مناسب ہے۔ قطع نظر دیگر امور کے طریق تمدن میں اس سے بڑی سہولت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد دو امور بحث طلب ہیں۔ اول یہ کہ ایک مرد کو کئی عورتوں کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ خاص چار تک اجازت دینے کی علت غائی کیا ہے

سوال اول کا جواب یہ ہے کہ تمام مخلوق میں مباشرت کے چار طریقے ہیں۔ اور ہر طریقہ کسی خاص گروہ حیوانات کی خلقت و شمار پر مبنی ہے۔ پہلا طریقہ مانوگیمی ہے۔ یعنی ایک نر و ایک مادہ باہم زندگی بسر کریں۔ حیوانات میں اس کی عمدہ مثال سارس و کبوتر ہیں۔ ان کی خلقت پر اگر غور کیا جاوے۔ تو صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ قدرت نے ان جانوروں کو اس حد سے بڑھنے کی اجازت ہی نہیں دی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ سارس یا کبوتر کے ایک جھول کے انڈے اگر سب کے سب بچے نکالدیں تو ان میں سے نر و مادہ کی تعداد قریب قریب برابر ہوگی۔ اسطرح پر قدرتاً گنجائش ہی نہیں ہوتی ہے کہ ایک نر کو کئی مادہ یا ایک مادہ کے کئی نر ہوں

دوسرا طریقہ پالیگیمی ہے۔ یعنی ایک نر اور کئی مادہ اسکی مثال جو سب کے پیش نظر ہے وہ مرغی ہے۔ عام طور پر دیکھیے! مرغ کم پلے جائیں گے اور مرغی زیادہ۔ انکی پیدائش سے ہی یہ بات ظاہر ہے کیونکہ معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر مرغی ایک جھول کے (۲۱) اکیس انڈوں پر بٹھائی جاوے۔ اور انمیں سے کوئی گندہ نہو جاوے۔ تو صرف ایک انڈے ہی مرغ پیدا ہوگا باقی بیس مرغی اسلئے روزمرہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مرغ کئی مرغیوں کیلئے کافی ہوتا ہے۔ اسیطرح غوغائی کہ جن کا گروہ بلحاظ رہتا ہے اور اسی لئے سیون سسٹرس کہلائے جاتے ہیں انمیں بھی نر محض ایک ہوتا ہے باقی چھ مادہ۔

تیسرا طریقہ پالی اینڈری ہے۔ یعنی ایک مادہ ہو اور اس کے کئی نر اسکی مثال شہد کی مکھیاں ہیں۔ ایک چھتہ میں سینکڑوں مکھیاں ہوتی ہیں۔ انمیں مادہ ایک ہوتی ہے باقی سب نر ہوتی ہیں

چوتھا طریقہ بلا تعیین تعداد ہے۔ یعنی نر و مادہ نہ جوڑا بناکر رہتے ہیں نہ انکی تعداد معلوم ہوسکتی ہے۔ یہ ان حیوانات سے متعلق ہے جنمیں اناث و ذکور کا باہمی تعلق مستحکم نہیں رہتا بلکہ ایک خاص وقت کیلئے ہوتا ہے۔ اُس کی مثال کتا، گائے، بھینس وغیرہ ہیں

انسان میں چونکہ یہ تعلق دائمی و مستحکم ہوتا ہے تمدن کی بنا یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اس خیال سے چوتھا طریقہ اس کیطرح تعلق ہی نہیں رکھتا۔ باقی تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ انسان کیلئے مخصوص ہونا چاہیے اسکی تحقیق انسان کی مردم شماری اور پیدائش سے ہو سکتی ہے۔ مختلف ممالک میں ہر جگہ پیدائش اناث بمقابلہ ذکور کے زیادہ ہے۔ علاوہ بریں بلحاظ مردم شماری ساری دنیا میں عورتیں مردوں سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک تو قدرتی زیادتی اور بعض مردوں کا ایسے کاموں میں مشغول رہنا جو انکو مجرد رہنے پر مجبور کریں عورتوں کی قابل ازدواج تعداد کو اور بھی زیادہ کرتا ہے مثلاً بحری و بری فوجوں میں داخل ہوتے ہیں اور اکثر شادی نہیں کرتے اور لڑائیوں میں جو کشت و خون ہوتا ہے اسمیں بھی سب مردہی ضائع ہوتے ہیں اسیطرح ہر ملک میں مرد و عورتوں کی تعداد میں ایک بڑا فرق ہوجاتا ہے۔ اب یہ امر قدرتی طور پر ظاہر ہے کہ پالیگیمی رائج ہو ورنہ مانوگیمی کیحالت میں تقریباً نصف حصہ عورتوں کا بیکار رہیگا۔

اس نسبت سے ثابت ہے کہ خالق عزوجل نے انسانکو خلق ہی اس طرح پر کیا ہے کہ بعض مردوں کی ایک سے زائد عورتیں ہوں

سوال دوم کا جواب عورتوں کی فطری حالت پر غور کرنے سے صاف ہوجاتا ہے۔ اسلام نے چار کی تعداد انتہائی رکھی ہے جو یقیناً خاص خاص حالتوں میں ضروری ہوگی۔ فرض کیجئے ایک مرد اور ایک عورت جو ہر طرح کامل الصحت و قوی الجثہ ہیں اُنکی شادی مثلاً جنوری میں ہوئی چونکہ کسی طرح سے اُنکی صحت میں قصور نہیں اور پوری قوۃ دونوں کو حاصل ہے۔ پس اسی مہینہ میں حمل واقع ہوگا بعد از حمل از روئے طب عورت سے دس ہفتہ تک مقاربت جائز ہے۔ اس کے بعد مقرر پس جس شخص کا نکاح جنوری میں ہوا وہ اس عورت سے اپریل تک علیحدگی رکھیگا۔ اور چونکہ وہ مرد کامل الصحت مان لیا گیا ہے اسلئے اب اس کو دوسری عورت کی ضرورت ہوگی۔ اس دوسری عورت سے (جو ہر لحاظ سے یکساں مان لیگئی ہے) مثل سابق تین مہینہ کے بعد علیحدہ ہوگا۔ جب اُسے اور تیسری کی حاجت ہوگی۔ جس سے وہ اکتوبر تک ہم صحبت ہو سکتا ہے۔ پہلی عورت جو جنوری میں حاملہ ہوئی تھی غالباً نومبر میں فارغ ہوگی۔ اس کے بعد ہی اس کے ۴۰ دن اور صرف ہونگے تو پھر مرد کو آخر دسمبر تک ایک چوتھی عورت ضروری ہے جس کے بعد پہلی عورت تندرست ہو چکے گی

اس حساب سے صاف ہے چار نکاح کی حد مقرر کرنیکی مصلحت خوب روشن ہوجاتی ہے علاوہ بریں عورتوں کی معذوری کا خیال کرتے وقت معمولی ایام کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی ملک خاص کیلئے نہیں آیا تھا۔ اسکی احکام کسی ملک یا قوم سے مخصوص نہیں خدا تعالیٰ کا کوئی امر خلاف عقل نہیں ہوسکتا ہے ہمارا اپنا قصور فہم ہے کہ ہم ان اصولوں کو عقل کیساتھ تطبیق نہ کرسکیں۔ اگر اسلام پالیگیمی